عصرِ حاضر میں خانگی زندگی کے لئے چندراہنما خطوط، حضرت ام سلمہ ؓ کی زندگی سے تجزیاتی مطالعہ

Few Letters of Guidance for Contemporary, Domestic Life, Analytical Analysis from The Life of Umm-E-Salma (R.Z.)

Inam Uddin
M.phil scholar Ripha International University Islamabad
Email: inamuddinturabi@gmail.com
Raheel Ghazanfar
M. Phil Scholar, Riphah International University Islamabad
Email: raheelghazanfar@gmail.com
Aqib Ali
M.Phil Scholar Islamic Studies
Qurtuba university of science and information technology Peshawar
Email: aliaqib15601@gmail.com

Abstract

Contemporaries times put the Muslims at the level of degeneration and its basic couse is domestic life. As husband and wife are the foundational building blocks of it. illusion, worship of grave, ignorant ceremonies, extravagant expanses on the occasion of joy and grief, and certain other effects of the era of ignorance are still alive in our houses. there is entire negligence to Islamic teachings. its general reason might be the negligence to Islamic teachings, and particular reason might be the absence of any role model for Muslim women to follow. For a Muslim woman, the biography of Hazrar Umm-e-Salma is the best model for women's all life variations,

revolutions and sufferings, marriage, departure, in-laws, husband, husband's second wife, children, widowed, poverty, household, jealousy even for every occasion and need can be followed for every example. Devoid of every gem fell her life is enrich with academic and ethical values. therefore, the life of Hazrat Umm-e-Salma (rz) can be used as a mirror for those who want to get the real picture of how the life of Muslim women ought to be.

Keywords: Dealings, ignorance, Islamic teachings, life of Umm-e-Salma

زمانہ ہر فعل کا بنیادی مصدر ہوتا ہے۔ اچھے برے کاموں کو ماضی سے جوڑنا، اس کام کی فطرت پر دلالت کرتی ہے۔ دورِ جاہلیت اور عصرِ حاضر کے بہت سارے امور کا آپس میں گہرا تعلق اب بھی موجود ہے۔ بہت سارے مسائل میں سے خانگی مسائل کا تعلق بھی زمانہ درزمانہ چلا آرہاہے۔ ہر دور اپنے تقاضوں میں اس کو اپنے قالب میں ڈھالتا ہے۔ لیکن بہترین زمانہ ہی وہ ہوتا ہے جس میں خیر کے پہلوؤں کو مد نظر رکھا جائے۔ ہر وقت اور ہر زمانہ اپنے اثرات اور برکات سے ہی یاد رکھا جاتا ہے۔ دورِ نبوی ﷺ میں خانگی زندگی اپنی اصل صورت میں موجود رہی۔ کیونکہ خود نبی کریم ﷺ کے اہلِ خانہ اس اہم کام میں شریک تھے کہ ایک مثالی خاندان کھل کر سامنے آجائے۔

عصرِ حاضر و عصرِ ماضی کی یکانگت

عصرِ حاضر کے اہم فتنوں میں بڑا فتنہ خانگی زندگی کا برباد ہونا ہے۔ جدید دور کے جاہل لوگ اب بھی اس کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے منصوبے بناتے ہیں۔ کسی زمانے میں پاکستان کے اندر طلاق بہت ہی بری چیز سمجھی جاتی تھی۔ ٹی وی ڈراموں اور سینما فلموں اندر سے اس کی تشہیر ہونی لگی۔ گھروں اور خاندانوں میں طلاق کا سلسلہ چل پڑا۔ اب توطلاق بہت عام ہو چکا ہے بلکہ خواتین نے خلع لینے کے لیے عدالتوں کا رخ کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح گھریلو ناچاقی، طبقاتی تقسیم، طبقاتی نظامِ تعلیم، سوشلزم، کمیونزم، کیپٹلزم اور رہی کسر جمہوریت میں نااصافی پر مبنی فیصلوں نے نکالے، نے خانگی زندگی کو مزید اجیرن بنادیا ہے۔ اس حوالے سے اتنے سروے کئے گئے ہیں کہ پچھلے سال اور پچھلے ہفتے کی تازہ ترین رپورٹس بھی پرانی لگتی ہے۔ روزروز کوئی نیا ایسا مسئلہ سامنے آجاتا ہے کہ پرانی رپورٹس بھی اس کے سامنے ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ سوشل میڈیا کے اس دور میں نئے فتنوں سامنے آرہے ہیں اور خاص کر خانگی معاملات بہت بگڑ گیے ہیں۔ ہر صوبے، ضلع اور خاندانوں والوں کے مسائل دوسروں سے الگ اور مختلف ہونے کی وجہ سے اس طرف راہنمائی کی اہم ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ام المومنین حضرت ام سلمہ کا کردار، علم، فتاویٰ، اجتہاد کا مطالعہ اہم ہے۔ ذیل کے سطور میں انہی امور پر بحث کی گئی ہے۔

دور نبوی ﷺ کا زمانہ عہدِ جاہلیت کے متصل بعد شروع ہوتا ہے۔ عہدِ جاہلیت کے بہت سارے جاہلی رسم ورواج اور قوانین جب دورِ نبوی ﷺ میں داخل ہوگئے تو ان کی شکل وصورت اوراس کے بارے میں حکم تبدیل ہوا۔ دور جاہلیت میں جن امور کو مکمل یا جزوی تبدیل کا، اس میں خانگی امور بھی شامل ہیں۔ خاص کر شادی کے حوالے سے جو تصور رائج تھا، اس میں درجہ بندی کر کے نکاح کا پاکیزہ راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح جب بیٹی بالغ ہو جاتی تھی اوراس سے رشتہ بنانے کے لیے جو طریقے رائج تھے، اس پر بھی جاہلیت کی چاپ تھی جسے نبی کریم ﷺ نے پاکیزہ بنایا۔ بلکہ خانگی زندگی کو جاہلیت میں اس حد تک ناپاک بنایا تھا کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کرتے تھے۔ جب ان رسم ورواج کی اصلاح ہوئی تب بھی باقیات شامل تھے اور ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو یہاں تک کہا کہ میری دس بچے ہیں کسی کو بھی نہیں چومتا۔ دورِ نبوی ﷺ میں خانگی امور کو خاص کر جن ہستیوں نے اپنی توجہ، علم، بصیرت، تفقہ اور عقل وفطرت سے حل کیا، ان میں امہات المومنین کا بڑا اہم کردار ہے۔ نکاح کے بارے میں حضرت عائشہ کا وہ حدیث مشہور ہیں جس میں جاہلیت کے نکاح کی مختلف اقسام ان کے رسم ورواج کو نمایاں کر دیتی ہیں۔ نکاح میں پہلی قسم کا وہ نکاح تھا جسے نکاح شرعی کہا جاتا ہے۔ اس نکاح میں پہلے پیغام پہنچایا جاتا

تھا۔ پیغام کے مثبت جواب ملنے پر خطبہ نکاح ہوتا تھا۔ مہر کی ادائیگی ہوتی تھی۔ یہ تمام مراحل لڑکی کا والد یا اس کا ولی سرانجام دیتا تھا۔

نکاح الاستبضاع، اس نکاح میں عورت کسی بھی مرد کو بلا لیتی اور اس سے اپنا حمل ٹھہراتی۔ نکاح الرھط میں بہت سارے لوگ یا پورے قبیلے کے لوگ اجتماعی طور پر کسی عورت سے مل لیتے۔ اولاد کی پیدائش میں مشابہت پر فیصلہ کیا جاتا اور بچہ اسی کا شمار ہو جاتا۔ الرھط لفظ تین سے زیادہ اور دس سے کم کے لیے بولا جاتا ہے۔ زیادہ تعداد کی وجہ سے اس نکاح کو یہ نام دیا گیا۔ نکاح البغاء، گھروں پر جھنڈا لگایا جاتا اور جس نے اندر داخل ہونا ہوتا تو داخل ہو جاتا۔ یہ دور جاہلیت کی ایک قسم کا نکاح تھا۔ اس نکاح میں نہ خطبہ نکاح ہوتا تھا نہ ایجاب و قبول، نہ مہر اور نہ دونوں خاندانوں کی رضامندی شامل ہوتی تھی۔ بیک وقت کئی لوگ گھروں میں داخل ہو جاتے تھے۔ اس بارے میں وہ مشہور واقعہ ہے۔ عمرو کی ماں کے بارے میں آتا ہے کہ اس کے ساتھ چار آدمیوں العاص، ابولھب، امیۃ بن خلف اور ابوسفیان نے زنا کیا تھا۔ عمرو کی پیدائش پر ان چاروں میں سے العاص کو عمرو دیا گیا۔ اس نکاح کو نکاح السفاح بھی کہتے ہیں۔ نکاح المقت، یہ وہ نکاح ہے جس میں بیٹا اپنے والد کی وفات کے بعد اسی کی بیوی (اپنی ماں) کے ساتھ نکاح کر لیتا۔ دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا بھی عرب میں رائج تھا۔ نکاح المتعۃ، میں باہمی رضامندی سے پیسوں کے عوض وقتِ معین تک نکاح کیا جاتا۔ وقت گزرنے کے بعد ان میں جدائی ہو جاتی۔ اس نکاح سے نہ میراث منتقل ہوتی تھی اور نہ ہی طلاق کی ضرورت ہوتی تھی۔ نکاح الخدن، خدن کا مطلب چوری چھپے تعلقات رکھنا۔ عرب میں دوستی کا نکاح بھی رائج رہا۔ عرب کا مشہور قول ہے کہ چھپے میں کوئی قباحت نہیں اور اگر کسی کو پتا چلا تو بڑی ضلالت ہوگی۔ اس نکاح میں بھی بغیر میاں بیوی بنے تعلق نبھایا جاتا تھا۔ اس میں صرف خوف کا ڈر ہوتا تھا کہ کہیں کسی کو پتا نہ چلے۔ اور اگر کسی کو پتا چل جاتا تو بڑی ملامت ہوتی۔ نکاح البدل، اس نکاح میں بیویوں کا استعمال بدلے میں ہوتا تھا۔ نکاح الشغار، اس نکاحمیں بیٹیوں یا بہنوں کو بدلے کے نکاح میں دیا جاتا تھا اور اس میں کوئی مہر نہیں ہوتا تھا۔ نکاح الإرث، اس میں مرد اپنی کسی قریبی رشتہ دار سے میراث پانے کی امید پر نکاح کر لیتا تھا۔ موت تک اسی عورت کو اپنی نکاح میں رکھتا تھا یا پھر عورت اپنا مہر دے کر الگ ہو جاتی تھی۔ (1)

اسی طرح ام سلمہ نے بھی روایت بیان کی ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی اس بارے میں راہنمائی

کرتی ہے کہ ایک مثالی گھر، مثالی خانگی زندگی کے لیے امہات المومنین کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

اسی ایک جھلک سے خانگی مسائل کا ادراک ہو جاتا ہے کہ ماضی، حال اور مستقبل میں بھی یہی مسائل جب نمودار ہوں گے تو اس کا حل سیرت سے نکالا جائے۔

حضرت امِ سلمہ کی سیرت وسوانح

نام اور نسب:

أم سلمة واسمها هند بنت أبي أمية واسمه سهيل زاد الراكب بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم وأمها عاتكة بنت عامر بن ربيعة بن مالك بن جذيمة بن علقمة جذل الطعان بن فراس بن غنم بن مالك بن كنانة[2]

ہند آپ کا نام، ام سلمہ کنیت ہے، قریش کے مشہور خاندان قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، آپ کی والدہ قبیلہ بنو فراس سے تعلق رکھتی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل الطعان ابن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ

حضرت ام سلمہ کے والد محترم مکے کے مشہور صاحب ثروت اور فیاض تھے۔ سفر میں جاتے تو تمام قافلے والوں کی کفالت خود کرتے تھے۔ وكان أبوها يعرف بزاد الراكب[3] اس لیے ان کے والد "زاد الراکب" کے لقب سے مشہور تھے۔ اس دل پذیری کی بدولت عرب میں ابو امیہ کو یہ عظیم الشان لقب نصیب ہوا۔ حضرت ام سلمہ نے ان ہی کی آغوش تربیت میں نہایت ناز ونعمت سے پرورش پائی۔ ام سلمہ کا اصل نام ہند ہے مگر کنیت زیادہ متعارف ہے اس لیے ام سلمہ سے زیادہ مشہور ہیں۔

پیدائش:

حضرت ام سلمہ کے سن پیدائش کی صراحت وتذکرہ سوانح کی کتابوں میں نہیں ملتی اس لیے چند تاریخی قرائن واشارے سے سراغ لگانے کی کوشش کی جائے۔ تحقیقی قول یہ ہے کہ کہ ۶۳ ہجری میں توفيت في خلافة يزيد بن معاوية[4] یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں حضرت ام سلمہ کی وفات ہوئی۔

ابن سعد کی روایت کے مطابق فكان لها يوم ماتت أربع وثمانون سنة[5] وفات کے وقت ان کی عمر چوراسی سال تھی۔

امام ذہبی نے تحریر فرمایا ہے:عاشت نحوا من تسعين سنة[6] کہ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریبا نوّے سال تھی۔

امام ذہبی نے اس سلسلے میں کوئی روایت ذکر نہیں کی ہے بلکہ اپنے ظن تخمین ذکر کیا ہے۔ اس لیے طبقات ابن سعد کی روایت جو ام سلمہ کے صاحبزادے عمر بن ابی سلمۃ کے حوالے سے قابل ترجیح ہو گی اس لیے سیرت نگاروں نے عموماطبقات کی روایت کو اختیار کیا ہے۔ پھر بھی اگر امام ذہبی کے قول کو بنیاد بنا کر حساب لگایا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نوّے میں کم از کم ایک سال کی کمی کر کے ان کی عمر ۸۹ سال تسلیم کی جائے چوراسی سال کی بنیاد پر حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے دس سال پہلے ان کی پیدائش ہوئی اور ۸۹ سال عمر ماننے پر بعثت نبوی ﷺ سے پندرہ سال قبل کی پیدائش معلوم ہوتی ہے۔

پیدائش کے کچھ ہی عرصہ بعد ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کو اپنے والد سے بہت خصائص اور امتیازات ورثے میں ملے تھے۔ خاندان کی طرف سے اگر دیکھا جائے تو ام سلمہ ابو جہل کے چچا کی بیٹی تھیں۔ اور ان کے بھائی عبد اللہ ابن ابی امیہ اول اور قریشیوں میں نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں سے تھے۔ بعد میں اسلام لائے اور دینی خدمتوں میں پیش پیش رہے۔وقتل يوم الطائف[7] یہاں تک کہ طائف کے معرکے میں شہید ہوئے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ قریش کے ایسے خاندان سے منسلک تھیں۔ جو نبی اکرم ﷺ کی دشمنی اور عداوت میں قریشیوں میں سب سے پیش پیش تھا۔یعنی ابو جہل کی خاندان سے تھیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچپن ہی سے ام سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال سے منسوب تھیں۔ اس لیے کہ ابو سلمۃ کا گھرانہ بھی بنو مخزوم سے قریبی تعلق رکھتا تھا۔ابو سلمہ کی والدہ عاتکہ بنت عبد المطلب نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ ساتھ ہی ابو سلمہ حضور اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ اس لیے بنو مخزوم کی عداوت اور دشمنی کے باوجود اس خاندان کے لوگوں میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہونے لگا، اور یہ جذبہ بدستور بڑھتا گیا۔

چنانچہ جب بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور ہوئے تین سال بیت گئے تو ان کے حالت زار کو دیکھ کر خود قریش کے کچھ افراد نے اس معاہدے کو توڑنے کی تحریک کی، ان میں ہشام بن عمر بن ربیعہ سب سے پیش پیش تھا۔ وہ زبیر بن ابی امیہ المغیرہ المخزومی (ام سلمہ کے بھائی) سے ملا، اور اس کو عار دلایا کہ تم نے اپنے ماموں اور ان کے لوگوں کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ زبیر کی والدہ عاتکہ بنت عبد المطلب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ اس پر زبیر نے اس کی ہمنوائی کی اور معاہدہ کے صحیفہ کو چاک کرنے کی رائے دی۔ پھر یہ دونوں مطعم بن عدی سے اور بنی ہاشم کے رشتہ داروں سے ملے، جب سب خانہ کعبہ پہنچے تو معاہدہ کے حروف "بسم الله" کے علاوہ کیڑا چٹ کر چکا

تھا۔ جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ نے ان سے پیشن گوئی کی تھی۔[8]

قبولِ اسلام اور نکاح

ام سلمہؓ کا نکاح ابو سلمہ بن عبد الاسد سے ہوا۔ ان کا اسم گرامی عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام برّہ بنت عبد المطلب بن ہشام بن عبد مناف بن قصی تھا۔ آپ عمّۃ الرسول ﷺ کے فرزند اور قدیم الاسلام تھے۔ زیادہ تر کنیت ہی مشہور تھے۔ اور آنحضرت ﷺ کی رضاعی بھائی تھے۔

ام سلمہ اور ان کے شوہر دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جن کو قدیم الاسلام کہا جاتا ہے۔ یعنی آغاز نبوّت جب کہ لوگ دین اسلام کے ساتھ دشمنی کر رہے تھے اس وقت یہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جو اسلام کی غیر معمولی دولت سے مالامال ہوئے۔ حضرت ابو سلمہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں اسلام کی دعوت دی قرآن مجید پڑھ کر سنایا انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور شہادت دی کہ آپ ہدایت اور راستی پر ہیں[9]۔

ابن سعد نے عاصم احول کے حوالے سے زیاد بن ابی مریم سے روایت کیا ہے کہ، ایک بار حضرت ام سلمہ نے ابو سلمہ سے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ جس عورت کا شوہر انتقال کر جائے اور وہ اہل جنت میں سے ہو اور عورت نے بعد میں کسی سے شادی نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جنت میں بھی یکجا کر دے گا، اسی طرح جب عورت وفات پا جائے اور شوہر زندہ رہے تو وہ بھی دونوں جنت میں اکٹھے ہوں گے، تو ابو سلمہ نے کہا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمھارے بعد شادی نہ کروں گا۔ اور تم بھی میرے بعد نکاح نہ کرو گی، پھر پوچھا: کیا تم میرا مشورہ مانو گی؟ ام سلمہ نے جواب دیا کہ میں جب بھی تم سے کوئی مشورہ کرتی تھی تو صرف اس ارادہ سے کہ میں چاہتی تھی کہ تمھاری اطاعت کرو۔ ابو سلمہ نے کہا: اگر میں مر جاؤ تو تم ضرور دوسرا نکاح کر لینا، پھر ابو سلمہ نے دعا کی، کہ اللهم ارزق أم سلمة بعدي رجلا خيرا مني لا يحزنها ولا يؤذيها[10]

ام سلمہ کو میرے بعد مجھ سے بہتر شوہر نصیب کرنا، جو کبھی اس کو نہ ایذاء دے اور نہ ذلیل کرے۔

کہنی لگی: ابو سلمۃ سے بہتر میرے لیے کون ہو گا؟ پھر ٹھہری رہی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا، پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کر لیا۔

ابھی ہجرت کی مصائب تازہ ہی تھے اور شوہر کے ساتھ رہنے کا زیادہ عرصہ نہیں ملا تھا مگر حضرت ابو سلمہ کو جہاد غزوہ احد میں شریک ہونا پڑا اتفاق ایسا ہوا کہ میدان جنگ میں ان کے ہمنام ابو سلمہ حشمی کی تیر سے ان کا بازو زخمی ہو گیا، ایک ماہ تک علاج ہوتا رہا اور بظاہر صحت کھو گئی تھی۔

زخمی ہونے کے تقریباً دو سال گیارہ ماہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم سے بنی اسد کے پانی کے منبع قطن کی طرف جانا پڑا۔ غزوة قطن قتل بها مسعود ابن عروة و امير الجيش رسول الله ﷺ ابو سلمہبن عبد الاسد[11] جہاں ان کے ۲۹ شبانہ یوم صرف ہوئے۔

فدخل المدينة لثمان خلون من صفر سنة أربع والجرح منتقض فمات منه لثمان خلون من جمادي الآخرة سنة أربع من الهجرة[12]

۴ ہجری میں سفر کی آٹھویں تاریخ کو مدینہ واپس آئے، مگر اچانک ان کا پرانا زخم جو اندر اندر سے پک رہا تھا ایک دن پھٹ گیا اور جمادی الاخریٰ کی نویں تاریخ کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

جب ابو سلمہ وفات پائے تو حضرت ام سلمہ نے خود آکر آنحضرت ﷺ کو وفات کی خبر سنائی،

فلما مات أبو سلمة أتيت النبي صلى الله عليه و سلم فقلت يا رسول الله إن أبا سلمة قد مات[13]

آپ ﷺ خود ان کے گھر تشریف لے گئے مکان محشر غم بنا ہوا تھا، حضرت ام سلمہ بار بار کہتی تھی کہ ہائے غربت میں کیسی موت آئی۔ آپ ﷺ نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ ان کی مغفرت کی دعاء مانگو اور کہو اللهم اخلفني في اهلي بخير اے اللہ! مجھے ان سے ان کا بہتر جانشین دے۔

پھر رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ کی لاش پر تشریف لائے، بڑے اہتمام سے نماز جنازہ پڑھی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ میں ۹ تکبیریں کہیں، جب ان سے ذکر کیا گیا کہ کیا آپ سے سہو ہوا کہ زائد تکبیریں کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میں نے ۹ تکبیریں کہیں ہیں، نہ میں بھولا نہ مجھے سہو ہوا، بخدا اگر میں ابو سلمہ پر ایک ہزار تکبیریں بھی کہتا تو وہ اس کے مستحق تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی بیوی اور بچوں کی کفالت کے لیے سب کو دعوت دی۔ پھر بچوں کی دل دہی کی، حضرت ام سلمہ سے تسلی و تشفّی کے کلمات کہے، اور جب ام سلمہ غم کرنے لگی تو کہنی لگی، ومن لي مثل أبي سلمة [14] میرے لیے ابو سلمہ کے مثل کون ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کہو کہ اللهم اغفر لي وله وأعقبني منه! اللهم آجرني في مصيبتي وأعقبني خيرا منها! اللهم عندك احتسبت مصيبتي فآجرني فيها وأبدلني بهاما هو خيرمنها! اللهم اخلفني في أهلي بخير! اللهم عندك احتسبت مصيبتي فآجرني فيها وأردت أن أقول وأبدلني بها خيرا منها![15]

البتہ میں اپنے دل میں خیال کرتی تھی کہ میرے لیے ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔

واقعات نے بعد میں ظاہر کر دیا۔ حضرت ام سلمہ کے بقول کہ فأعقبني الله محمدا صلى الله عليه

وسلم [16] کہ ان سے بہتر بدلہ خود رسول اللہ ﷺ تھے، اور اللہ تعالی نے مجھے نبی اکرم ﷺ کی صورت میں اس کے بدلے دیا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ کی سیرت مبارکہ نہ صرف اس لیے قابل احترام ہے کہ وہ حرم نبوت کے چشم دید واقعات کے گواہ ہیں بلکہ انہوں نے ایک بہترین اور باعمل خانگی زندگی گزار کے ایک مثال قائم کی ہے۔اور ساتھ ہی انہوں نے کسی بھی مسلم گھرانے کے لیے ایک نمونہ ماڈل چھوڑا ہے اور اس کا نقشہ بھی بنا کے دیا ہے۔ جس پر عمل کر کے خانگی زندگی کے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ درج ذیل سطور میں ہم اختصاراً ان کی زندگی کا ایک نقشہ پیش کرتے ہیں۔

نکاح

نکاح جس سے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔ رشتے بنتے ہیں۔ قبائل اور کئے خاندان آپس میں جڑ جاتے ہیں۔ معاشرہ وجود میں آجاتا ہے۔ اسلام میں نکاح ایک مقدس عہد و پیماں ہے۔ جن کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے لیے حلال ہوتے ہیں۔ محبت، تعاون الفت و یگانگت اور خوشگواری کے ساتھ وہ زندگی کے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے سکون قلب حاصل کرتا ہے۔ دونوں باہمی صحبت سے آرام و سکون، طمانیت، راحت و آرائش، سچی محبت اور لذت حیات سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے مرد و عورت کے باہمی اس تعلق کو جو محبت، الفت، اعتماد، یقین اور جذبہ مؤدت و رحمت کی بنیاد پر قائم ہے، جاندار اور فصیح و بلیغ انداز الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ [17]

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبّت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں"۔

یہی وہ مضبوط تعلق ہے جس کے ذریعہ اللہ تبارک و تعالیٰ فریقین کو باہم متحد فرماتے ہیں، اور جس کے ذریعے دونوں باہمی محبت کی ڈور میں بندھ جاتے ہیں۔ باہمی مشاورت، مفاہمت اور تعاون و اشتراک کے ساتھ ایک خاندان کی داغ بیل ڈالتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں ایک خانگی زندگی کا سب سے بڑا اور اہم مقصد بیان کیا ہے۔ خانگی زندگی ایک مسلم

معاشرے کا نہایت طاقتور جز ہے۔ جس کے ارکان ایک دوسرے کی مددگار، صالح، خیر پسند اور نیک اعمال میں مطابقت کرنے والے ہوتے ہیں۔

دوسری اس آیت میں ایک مثالی خانگی زندگی کا ایک نقشہ کھینچا ہے۔ کامیاب اور مثالی خانگی زندگی کے تین اصول بیان فرمائے ہیں۔ مؤدت، رحمت اور سکینت اور یہی تین چیزیں اگر ہم دیکھیں تو رسول اکرم ﷺ کی خانگی زندگی میں ہمیں بدرجہ اتم نظر آتی ہے۔ اس لیے اللہ کے نبی محمد عربی ﷺ نے عورت کو دنیا کی بہترین متاع سے ذکر کیا۔

نبی اکرم ﷺ کی خانگی زندگی کو کامیاب بنانے اور مثالی بنانے میں ازواج مطہرات کا بہت بڑا حصہ ہے۔ کیوں کہ انہوں نے خانگی زندگی کے ان تین اصول پر عمل کر کے دنیا کے سامنے ایک مثالی نمونہ پیش کیا۔

مؤدت، رحمت اور سکینت کی بنیاد پر انسانی زندگی وجود میں آتی ہے اور معاشرہ ترقی پاتا ہے۔ اگر ان تینوں میں سے کوئی جز کم ہو یا آدھا ہو تو خاندان اور معاشرہ بڑے فساد کا باعث بن سکتا ہے۔ نکاح کے بعد جو حقوق اور لوازمات درکار ہوتے ہیں، ان میں سے چند کا ذکر کیا جارہا ہے۔

شوہر کی اطاعت اور احترام:

رشتہ ہو جانے کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے پر کچھ حقوق رکھتے ہیں جس کی ادائیگی دونوں کے لیے لازم ہوتے ہیں۔ شریعت نے وہ حقوق بتلائے ہیں۔ ایک مومن عورت ہمیشہ اپنے شوہر کی اطاعت شعار ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اس کا احترام اور اس کو خوش کرنے کا جتن کرتی ہے اور بس یہی چاہتی ہے کہ اس کا شوہر ہر وقت خوش رہے۔ اگر وہ غریب ہو تو یہ شکوہ نہیں کرتی کہ وہ اس پر زیادہ خرچ کرنے قاصر ہے۔ بلکہ اس معاملہ میں صبر کرتے ہیں۔ ان مثالی بیویوں میں سب سے افضل خاتون خود رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت سیدۃ فاطمہ ہیں۔[18] اور عورت کے لیے اس سے بڑی چیز اور کوئی نہیں کہ شوہر کی اطاعت اور خوشنودی جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔[19]

معاشرے کو فساد اور بگاڑ سے بچانے کے لیے یہ پہلی بات ہے کہ احترام کا رشتہ ہو۔ ادب و محبت کا تعلق ہو۔ خیر خواہی کا جذبہ ہو۔

ایک مومنہ عورت اپنے شوہر کی منظور نظر ہوتی ہے۔ اور اس کی چاہت کے لیے ہر وقت کوشاں رہتی ہے۔ اس کی ازدواجی زندگی کی خوشیوں اور لذتوں کو کوئی چیز خراب نہیں کر سکتی، اس لیے وہ ہمیشہ پیاری پیاری باتیں کرتی ہیں اور کبھی تکلیف دہ اور ناخوشگوار باتیں نہیں کرتی۔ اگر ناخوشگوار بات بھی ہو تو شوہر کو تکلیف نہیں دیتی، یہ

ایک ہوشیار بیوی کا دانشمندانہ طرز اور خوش اسلوب رویہ کر سکتی ہے۔ان عظیم مسلم خواتین میں سے جو اعلیٰ مقام پر فائز تھیں[20]۔

یہی راہنمائی ہمیں امہات المومنین میں خاص کر حضرت ام حضرت ام سلمہ کی زندگی سے ملتی ہے۔ام سلمہ کا ایمان کتنا عظیم تھا، اور آپ کا صبر کیسا عجیب تھا اورآپ کی فضیلت کتنی بڑی تھی اور آپ کی زیبائش اور محبت اپنے شوہر کے لیے کتنی اچھی تھی۔ آپ نے ہر صدمہ کو خود برداشت کیا مگر اپنے شوہر کو تکلیف گوارا نہیں کیا۔ایک باوفا شعار مسلمان عورت اپنے شوہر کی پسند اور اس کی عادت و اطوار کو خوب جانتی ہے اور ازدواجی زندگی میں باہمی مفاہمت اور ہم آہنگی کے بہتر رویہ کا حتیٰ الامکان لحاظ رکھتی ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن کی وجہ سے ام سلمہ ؓ ازواج مطہرات امت کے مائیں قرار دینے میں شامل ہو گئی، ان کی پاکیزگی کی گواہی اور ان کی مثالی عورت بننے کے مقام تک پہنچایا۔

آپس کی مزاج شناسی:

ایک مومن جوڑے کی خاص وصف یہ ہوتی ہے کہ وہ آپس کے مزاج شناس ہو،۔بیوی،شوہر کا مزاج سمجھتے ہو کہ بات پر میرا شوہر خوش ہوتا ہے اور کن باتوں پر ناراض ہوتا ہے اور یہی صفت ایک مثالی اور بہترین خانگی زندگی کا راز ہے۔اسی طرح شوہر کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔خواتین کے حوالے سے اس کی عملی مصداق حضرت ام سلمہ تھیں۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک ہار پہن لیا تھا۔ جس میں سونے کی دھاریاں بنی ہوئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر اعراض کرتے ہوئے فرمایا:

تمھیں اس بات سے کس چیز نے غافل کر دیاہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں قیامت کے دن اس کی جگہ آگ کی دھاریاں نہیں پہنائے گا۔ چنانچہ میں نے (اسی وقت) اسے اتار دیا۔[21] حضرت ام سلمہ کو نبی اکرم ﷺ کی مزاج کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کے مزاج کے خلاف ان سے کوئی کام صادر ہوتا تو فوراتوبہ اور استغفار کرتیں۔ اور تلافی کی کوشش کرتیں۔

ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ تھیں۔

ایک روز ام سلمہ کی باری تھی۔ نبی اکرم ﷺ ام سلمہ کا کجاوہ سمجھ کر صفیہ کے کجاوہ کی طرف چلے آئے۔ اور صفیہ سے باتیں کرنے لگے۔ ام سلمہ کو یہ دیکھ کر بڑی غیرت آئی، جب نبی اکرم ﷺ کو علم ہوا اور دیکھ کہ یہ تو صفیہ کا کجاوہ ہے تو فوراام سلمہ کے پاس آئے۔ ام سلمہ ؓ نے (رشک و غیرت سے مغلوب ہو کر) نبی اکرم ﷺ سے

کہہ دیا۔ میری باری کے دن آپ اس یہودی زادی سے ہم کلام تھے۔ زبان سے یہ جملہ نکالنے کے فورا بعد بڑی ندامت ہوئی۔ اور توبہ و استغفار کرنے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ عرض کیا۔ میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیے۔ جذبہ غیرت نے میری زبان سے ایسا سنگین جملہ نکلوا دیا۔[22] ام سلمہ محمد عربی ﷺ کی بہت مزاج شناس تھیں۔ آپ ﷺ کی راحت رسانی کی ہر ممکن کوشش کرتیں۔

مزاج شناسی میں خاندانی ماحول، معیشت کا اندازہ اور انسانی عزت و وقار بھی شامل ہے۔ ازواج طہرات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عسرت میں بھی خوش تھی اور اس پر وہ شکر ادا کرتی تھیں۔ کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں ہیں۔ اس وجہ سے وہ بجا طور پر فخر محسوس کرتی تھیں۔ ایک مومن عورت کی خوبی بھی یہی ہے کہ وہ اپنے شوہر سے خندہ پیشانی سے ملے، مسرت کا اظہار کرے۔ یہی طرز عمل شوہر کی زندگی خوشیوں سے بھر سکتی ہے۔ اور وہ ہر وقت اپنے محافظ کا شکر گزار رہنا چاہیے۔[23] امہات المومنین عسرت اور یسرت کی زندگی میں انہیں اصولوں پر کاربند نظر آئیں۔ ایک مومن عورت مثالی گھر اس وقت بنا سکتی ہے جب کہ وہ ہر وقت پورے گھر کا ماحول امن و سکون کا رکھیں۔ ایک مسلمان عورت اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی کہ ازدواج زندگی اللہ تعالیٰ نے ایک بیوی کو شوہر کے لیے سکون کا سبب اور محبت و رحمت کا ذریعہ بنایا ہے۔[24] دراصل بیوی شوہر کے لیے امن و سکون، طمانیت قلب، استقرار اور حلال جسمانی لذت سے بہرہ ور ہونے کا ذریعہ ہے۔ اوراس کی ازدواجی زندگی میں رحمت و الفت اوراخلاص و محبت کو بھر دینے والی ہستی ہے۔ حضرت ام سلمہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خوش اور شکر گزار زندگی بسر کر ایک مثالی خانگی زندگی بنا کر اپنے گھر کو راحت و سکون، امن و چین اور طمانیت قلب کا سامان فراہم کیا۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک ہار پہن لیا تھا۔ جس میں سونے کی دھاریاں بنی ہوئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر اعراض کرتے ہوئے فرمایا:

تمھیں اس بات سے کس چیز نے غافل کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں قیامت کے دن اس کی جگہ آگ کی دھاریاں نہیں پہنائے گا۔ چنانچہ میں نے (اسی وقت) اسے اتار دیا۔[25] حضرت ام سلمہ کو نبی اکرم ﷺ کی مزاج کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کے مزاج کے خلاف ان سے کوئی کام صادر ہو تا تو فورا توبہ اور استغفار کرتیں۔ اور تلافی کی کوشش کرتیں۔

ڈاکٹر محمد علی الہاشمی لکھتے ہیں:

"ایک سمجھدار اور حساس مسلمان بیوی اس حقیقت کو فراموش نہیں کرتی کہ اللہ کی عبادت کے بعد سب سے بڑی نیکی جو وہ اپنی زندگی میں کر سکتی ہے وہ شوہر کے دل کو خوشیوں سے بھر دینا اور ان کی نظر میں محبوبہ بن کر

رہنا ہے تاکہ وہ دل کی گہرائی سے محسوس کرے کہ وہ اس سے شادی کر کے، اس کی صحبت سے لطف انداز ہو کر اور اس کا شریک حیات بن کر نہایت خوش ہیں"۔[26] اچھی شریک حیات ہونا اور شوہر کے دل میں جگہ بنانا ہمارے دین کا حصہ ہے۔ یہ عمل شوہر کو پاک دامن رہنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اور خاندان کی بنیاد کو مستحکم کرتا ہے اور اس طرح ایک بیوی شوہر اور بچوں کی زندگی کو مسرت اور شادمانی سے ہمکنار کرتی ہے۔

سوکنوں کے ساتھ تعلق:

"نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المومنین ہونے کے باوجود بشری جذبات و احساسات سے خالی نہیں تھیں۔ ازواج مطہرات نے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کر کے آپس میں بھی بہت مثالی وقت گزارا، نئی سوکن کے گھر میں داخلہ سے پرانی بیوی یا بیویوں کے دلوں پر جو کچھ گزرتی ہوں وہ سب کو معلوم ہیں۔ ام سلمہ چوں کہ نسبی شرافت و غیرت کے ساتھ ظاہری حسن و جمال اور علم و ذہانت میں بھی مشہور تھیں۔ عمر میں بھی زیادہ نہیں تھیں اس لیے نبی اکرم ﷺ کے بعض بیویوں کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں ام سلمہ اپنے حسن و جمال اور فضل و کمال کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کے دل سے زیادہ قریب نہ ہو جائیں"۔[27]

حضرت عائشہ سے روایت ہے

جب حضرت ام سلمہ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں تو حضرت عائشہ کو ان کے حسن و جمال کا حال سن کر بڑا رشک آیا اور نہایت غمزدہ ہوئیں، اور اپنی غمگساری حضرت حفصہ سے ذکر کیا، انہوں نے تسلی دی اور کہا کہ چل کر ان کو دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ دونوں دیکھنے آئیں دیکھنے پر انہوں نے اعتراف کیا کہ واللہ ان کی خوبصورتی کا جہاں تک ذکر کیا جاتا ہے اس سے بہت زیادہ خوبصورت ہیں۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہے کہ جب ام سلمہ کو غور سے دیکھا تو حفصہ کی بات صحیح معلوم ہوئی لیکن مجھے رشک و غیرت آرہی تھی۔

حضرت عائشہ ایک دوسری تفصیلی روایت میں ہے، جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ "ایک بار نبی اکرم ﷺ میرے پاس تاخیر سے تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ آپ اب تک کہاں تھے؟ فرمایا ام سلمہ کے پاس۔ میں نے عرض کیا آپ کو ام سلمہ سے آسودگی نہیں ہوتی اس پر نبی اکرم ﷺ نے تبسّم فرمایا"۔[28]

سوکنوں میں باہم رشک و غیرت کی بناء پر وقتی طور پر کچھ اختلافات کا ظہور ہو جانا فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ حدیث و سیرت کی کتابوں کا سرسری مطالعہ کرنے سے یہ صداقت منکشف ہو جاتی ہے کہ نبی

کریم ﷺ کی ازواج مطہرات دنیا کے عام سوکنوں سے بلند و ممتاز تھیں۔ وہ ایک دوسری کی خوشی غمی میں برابر شریک ہوتی تھیں۔ ان کے باہمی تعلقات بڑے خوشگوار اور مخلصانہ تھے۔ حضرت عائشہ کے خلاف جب واقعہ افک کا طوفان اٹھا اس وقت دوسرے ازواج مطہرات نے جو رویہ اپنایا وہ صنف نازک کی تاریخ میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ عائشہ نے ام سلمہ سے اور ام سلمہ نے عائشہ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ اس سے دونوں کی مخلصانہ تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت ام سلمہ کو پہلے شوہر کا جو بدل ملا، اس سے بہت راضی تھی، حضرت سفینہ جو آنحضرت ﷺ کے مشہور غلام ہیں، دراصل حضرت ام سلمہ کے غلام تھے، ان کو آزاد کیا تو یہ شرط لگائی کہ جب تک حضور ﷺ زندہ رہیں تجھ پر ان کی خدمت لازمی ہوگی۔

ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے۔ ایک میں حضرت عائشہ، حفصہ، صفیہ، سودہ شامل تھیں، دوسرے میں حضرت ام سلمہ اور باقی ازواج مطہرات تھیں، چونکہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ کو بہت محبوب رکھتے تھے، اس لیے لوگ ان ہی کی باری میں ہدیے بھیجتے تھے، حضرت ام سلمہ کی جماعت والوں نے ان سے کہا کہ حضرت عائشہ کی طرح ہم بھی سب کی بھلائی کی خواہ ہیں. اس بناء پر آپ رسول اللہ ﷺ سے بات کرے کہ جس مکان میں بھی نبی اکرم ﷺ ہوں لوگوں کو ہدیے بھیجنا چاہیے۔ حضرت ام سلمہ جاکر آپ ﷺ سے یہ شکایت کی تو آپ ﷺ نے دو مرتبہ اعراض فرمایا، تیسری مرتبہ فرمایا: ام سلمہ! حضرت عائشہ کے بارے میں مجھے اذیت نہ پہنچاو، کیوں کہ ان کے سوا کوئی بیوی ایسی نہیں جس کے لحاف میں مجھے میرے پاس وحی آئی ہو، حضرت ام سلمہ نے کہا: اتوب الله عزوجل من اذاک یا رسول الله ﷺ [29]

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو اذیت پہنچانے سے پناہ مانگتی ہوں اور توبہ کرتی ہوں۔

یہ تھا سوکنوں کا باہمی تعلق جو مثالی اور بے مثال تھا، اور یہی ایک کامیاب اور قابل رشک خانگی زندگی کا سبب بنا۔ حضرت ام سلمہ جو دور جدید کے مسلم خواتین کے لیے ایک گھریلو خاتون کی حیثیت سے ایک نمونہ ہے۔ ان کی خانگی زندگی سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ ایک مثالی عورت کیا ہوتی ہے۔ اور جس طرح سوکنوں کی ساتھ باہمی تعلق کی بنیاد پر ایک کامیاب، قابل رشک خانگی زندگی بسر کر سکتا ہے۔

نتیجہ

عصرِ حاضر میں خانگی زندگی کے لئے چندراہنما خطوط ہر گھرانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنا اہم بھی ہوتا ہے اور لازمی بھی۔ کسی بھی مثالی انسان کو رہنما خطوط بنا کر ان کی طرز پر زندگی گزارنا خوبی کی

علامت سمجھی جاتی ہے۔اس ضمن میں حضرت امِ سلمہ کی زندگی کا تجزیاتی مطالعہ لازم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی، تعلیمات اور تفقہ فی الدین سے راہنمائی لی جائے۔ موجودہ دور میں اس کی ضرروت چند گنا اور بڑھ جاتی ہے جب خاندان کی عمارت کو ملیامیٹ ہو جانے میں دیر نہیں لگ رہی۔ روز نئے فتنوں کا سامنا ہوتا ہے۔ مسائل کا انبار ہے کہ خاندان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

مصادر و مراجع

---

[1] - أبو بكر محمد عبد الله، **المسالِك في شرح مُوَطَّأ مالك معاني الأمر بالمعروف في القران الكريم**، جلد1، الناشر، دَار الغَرب الإسلامي الطبعة الأولى، 2007 ، ص50

[2]. ابن سعد، محمد بن منیع ،ابو عبداللہ، البصری، الزہری، **الطبقات الکبری**، الناشر دار صادر —بیروت، ج،۸، ص۸۶

[3]. ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج،۸، ص۸۶

[4]. ابن حجر، العسقلانی، الشافعی، احمد بن علی، ابو الفضل، (سنۃ الولادۃ ۷۷۳ ھ سنۃ الوفاۃ ۸۵۲ھ)، **الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ**، الناشر دار الجیل، سنۃ النشر ۱۴۱۲—۱۹۹۲، مکان النشر بیروت، ج،۸، ص۲۲۵

[5]. ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج،۸، ص۹۵

[6]. الذہبی، شمس الدین، محمد بن احمد بن عثمان، الامام، (المتوفی ۷۴۸ ھ ۱۳۴۷ء)، **سیر اعلام النبلاء**، اشرف علی تحقیق الکتاب وخرج احادیثہ شعیب الارنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ التاسعۃ ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳ء مؤسسۃ الرسالۃ- شارع سوریا، بنایۃ صمدی وصالحۃ- بیروت، ج، ۲، ص۲۰۲

[7]. **انساب الاشراف**، ج،۱، ص۶۵

[8] دیکھے، امام ذہبی، شمس الدین، (المتوفی ۷۴۸ ھ) سیر اعلام النبلاء/ابن سعد، الطبقات الکبری/ابن حجر، العسقلانی، الشافعی، (سنۃ الوفاۃ ۸۵۲ھ)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ/سعید انصاری، مولانا، سیر الصحابیات/ نیاز، فتح پوری، صحابیات/ محمد ثانی، حافظ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی/احمد خلیل جمعہ، ازواج الانبیاء،

[9]. سعید انصاری، مولانا، **سیر الصحابیات**، در مطبع معارف اعظم گڑھ، طبع چہارم، ۱۹۵۲ء، ص۴۷

[10]. ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج،۸، ص۸۸

[11]. **زاد المعاد فی خیر ھدی العباد**، ج، ۴، ص۳۲۵

[12]. ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج،۸، ص۸۷

[13]. ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج،۸، ص۸۸

14. ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج،۸، ص۸۷

15. ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج،۸، ص۸۸۔۸۹

16. الامام الذہبی، (المتوفی ۷۴۸ھ ۱۳۷۴ء)، **سیر إعلام النبلاء** ج، ۲، ص۲۰۷/ إسنادہ صحیح، وأخرجہ أحمد ۲۹۱/۶، و ۳۰۶، ومسلم (۹۱۹) فی الجنائز: باب ما یقال عند المریض، وأبو داود (۳۱۱۵) فی الجنائز: باب ما یستحب أن یقال عند المیت من الکلام، والترمذی (۹۷۷) فی الجنائز: باب ما جاء فی تلقین المریض عند الموت والدعاء لہ عندہ، والنسائی ۴/۴، ۵ فی الجنائز: باب کثرۃ الموت، وابن ماجۃ (۱۴۴۷) فی الجنائز

17. سورۃالروم ۳۰:۲۱

18. **مسلم**، کتاب النفقات، باب خادم المرءۃ، حدیث: ۵۳۶۲

19. دیکھیے، أم سلمۃ تقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول إیما امرأۃ ماتت و زوجھا عنھا راض دخلت الجنتہ/"**ابن ماجہ**"، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرءۃ، حدیث: ۱۸۵۲/**الترمذی**، حدیث: ۱۸۵۴/**طبرانی**: ۱۰/۲۷۴ حدیث: ۱۷۸۴/ایضاً

حدیث: ۱۰۰۰/ایضاً حدیث: ۱۲۲۹۸۔ ایضاً حدیث: ۱۵۶۳۷

(حضرت ام المومنین ام سلمۃ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس عورت کا اس حالت میں انتقال ہوا کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا، تو وہ جنت میں داخل ہو گی)۔

20. **صحیح البخاری**، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ الولود، حدیث: ۵۴۷۰/ صحیح مسلم، حدیث: ۲۱۴۴

21. احمد بن حنبل، امام، **مسند الإمام إحمد بن حنبل**، حدیث: ۲۷۱۷۳۔۲۷۲۷۱

22. ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج،۸، ص۹۵

23. **مستدرک للحاکم**: ۲/۲۰۷، حدیث: ۲۷۷۱۔ ایضاً حدیث: ۷۳۳۵۔۷۳۳۶۔۷۳۳۷

24. سورۃالروم ۳۰:۲۱

25. احمد بن حنبل، امام، **مسند الإمام إحمد بن حنبل**، حدیث: ۲۷۱۷۳۔۲۷۲۷۱

26. الہاشمی، محمد علی، ڈاکٹر، **مثالی مسلمان عورت**، دار االاندلس، ۴۔لیک روڈ، چوبرجی، لاہور، جولائی، ۲۰۰۸ء، ص۲۱۰

27. احمد خلیل جمعہ، **ازواج الانبیاء**، مترجم، عبد الرشید، قاسمی، محمد، مولانا، کتب خانہ شان اسلام، راحت مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، ص۷۸

28. ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ج،۸، ص۸۲

[29] . البخاری، امام، محمد بن إسماعیل، (۱۹۴-۲۵۶ھ-، ۸۱۰-۸۷۰م)، **صحیح البخاری**، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب فضل عائشۃ، حدیث رقم: ۳۷۷۴/۲/ مسند امام احمد بن حنبل، ۸۰۴۸ ۲۷/ صحیحہ ابن حبان، ۷۱۰۹/ وقال الالبانی : صحیح/النسائی: ۶۸/۷